السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جو شخص اذان کی آواز سنے اور بغیر عذر شرعی کے جماعت میں نماز کے لیے حاضر نہ ہو تو اس کی نماز بعد میں اکیلے پڑھنے سے نہیں ہوتی۔ ایک فریق کا یہ بیان ہے اور دوسرا فریق کہتا کہ اگر دکانداری یا نوکری وغیرہ کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہو تو بعد میں اکیلے نماز پڑھ سکتا ہے لیکن جماعت کی فضیلت اور خوبی سے محروم ہو گا۔ سوال یہ ہے کہ دونوں میں سے حق بجانب کون ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اقول و باللہ التوفیق: نماز باجماعت کے لیے احادیث میں جس قدر تاکید ہے اس کی بنا پر صحابہ کرام اور علمائے سلف نے نماز باجماعت کو واجب بلکہ فرض لکھا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے سائل کو یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ جماعت چھوٹ جانے سے صرف اتنا ہی نہیں کہ ایک خوبی اور سنت سے نمازی محروم ہو گیا، بلکہ ترکِ واجب سے ایک معصیت کا مرتکب ہو گیا۔

سب سے پہلے صحیح بخاری کو دیکھئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے یہ عنوان قائم ہے باب وجوب صلاۃ الجماعۃ اس باب میں امام بخاری نے ایک تو حضرت حسن بصری کا ایک قول نقل کیا ہے۔ مختصراً جس کو حافظ ابن حجرؒ نے مصلاً یوں نقل کیا ہے۔ ایک شخص نے حسنؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نفلی روزہ رکھے اور اس کی والدہ اس کو روزہ توڑنے کا حکم دے تو کیا حکم ہے انہوں نے کہا کہ روزہ توڑ دے، اور اس شخص پر روزہ کی کوئی قضا نہیں بلکہ اس کو روزہ کا ثواب بھی ملے گا، اور مزید برآں یہ کہ والدہ کے حکم کی اطاعت کا ثواب بھی ملیگا، پھر اُن سے یہ سوال کیا گیا کہ والدہ اگر اپنے بیٹے کو شفقتِ پدری کی وجہ سے عشاء کی نماز باجماعت مسجد میں جا کر پڑھنے سے منع کرے۔ تو کیا کرے؟ کہا کہ والدہ کو یہ حق حاصل نہیں۔ کیوں کہ نماز باجماعت فرض ہے۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے وہ مشہور حدیث ذکر کی ہے جس میں جماعت سے غیر حاضر رہنے والوں کے مکانات کے جلا دینے کی تہدید موجود ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

واما حدیث الباب فظاهر فی کونها فرض عین لانها لو کانت سنة لم یهدد تارکها بالتحریق ولو کانت فرض کفایة لکانت قائمة بالرسول ومن معه اس کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ والی القل بانها فرض عین ذهب عطاء والاوزاعی واحمد و جماعة من محدثی الشافعیة کابی ثور وابن خزیمة وابن المنذر وابن حبان وبالغ داؤد ومن تبعه فجعلها شرطا فی صحة الصلوٰة۔ (فتح جلد دوم صفحہ ۱۰۴ مصر)

حافظ ابن قیم نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الصلوۃ میں اس مسئلہ پر نہایت مفصل بحث کی ہے شاید ایسی مفصل اور جامع بحث کسی دوسری کتاب میں نہ ہو۔

اس کے متعلق حافظ ابن قیم صاحب نے خود ہی پہلے یہ سوال کیا ہے کہ جو شخص نماز باجماعت ادا نہیں کرتا یعنی کوئی شرعی عذر نہیں ہے اور پھر وہ نماز باجماعت نہیں ادا کرتا اور اکیلے پڑھتا ہے کیا اس کی نماز ہو جاتی ہے؟ پھر خود ہی اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

کہ یہ مسئلہ دو چیزوں پر مبنی ہے کہ تو یہ کہ نماز باجماعت فرض ہے یا سنت اور اگر فرض ہے تو کیا یہ صحت نماز کے لیے شرط ہے یا نماز بغیر جماعت کے ہو جاتی ہے لیکن ترک جماعت کی وجہ سے وہ گنہگار ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد دونوڑں صورتوں کے متعلق علماء سلف کا اختلاف نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اما المسئلة الاولیٰ فاختلف الفقهاء فیها فقال بوجوبها عطاء بن ابی رباح والحسن البصری وابو عمرو والاوزاعی وابو ثور والامام احمد فی ظاهر مذهبه ونص علیه الشافعی فی مختصر المزنی فقال واما الجماعة فلا رخص فی ترکها الا من عذر وقالت الحنفیة والمالکیة هی سنة المؤکدة ولکنهم یؤثمون تارک السنن الموکدة ویصحون الصلاة بدونها والخلاف بینهم وبین من قال انها واجبة لفظی وکذالک صرح بعضهم بالوجوب۔ (کتاب الصلوۃ امام ابن قیمؒ ص ۵۶۹ تا ص ۵۷۱ مصری)

فرضیت یا وجوب نماز باجماعت پر حافظ ابن قیم صاحب نے قرآن وحدیث سے بارہ دلائل اس کے ذیل میں لکھے ہیں۔ اور منکرین وجوب کے دلائل اور اعتراضات کا مفصل اور شافی جواب تحریر کیا ہے اور نصوص کتاب وسنت کے علاوہ حضرت عائشہؓ، ابن عباسؓ، علیؓ ابو ہریرہؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، ابو موسیٰ اشعری اور امام حسنؒ کے صریح اقوال وجوب جماعت کے متعلق ذکر کیےہیں۔ یہ تمام تفصیل مصری ٹائپ کے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد دوسرے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ جماعت صحتِ نماز کے لیے شرط ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں جو علماء اور ائمہ دین وجوب جماعت کے قائل ہیں ان میں اختلاف ہے دو گروہ ہیں:

احدهما انها فرض یاثم تارکها وتبرأ ذمته بصلاته وحده۔ وهذا قول اکثر المتاخرین من اصحاب احمد فی روایة حنبل فقال اجابة الداعی الی الصلوٰة فرض ولو ان رجلاً قال هی عندی سنة اصلیها فی بیتی مثل الوتر وغیره لکان خلاف الحدیث وصلاته جائزة وفی روایة ثانیة ذکرها ابو الحسین الزعفرانی فی کتاب الاقناع انها شرط للصحة فلا تصح صلاة من صلی وحده حکاه القاضی من بعض الاصحاب واختاره ابو الوفا ابن عقیل وابو الحسن التمیمی وهو قول داؤد واصحابه۔

اور اسی طرح امام ابن تیمیہ نے ''اختیارات العلمیہ'' میں تحریر کیا ہے۔ واذا قلنا هی واجبة علی الاعیان وهو المنصوص عن احمد وغیره من ائمة السلف وفیها الحدیث فهولاء۔ تنازعوا فی اذا ترکوا لغیر عذر هل تصحی صلاة علی قولین احدهما لا تصح وهو قول طائفة من قدماء اصحاب احمد والشافی تصح مع ائمة بالترک وهو الاکثر من احمد وقول اکثر اصحابه و (کتاب اختیارات ابن تیمیہ ص ۴۰ مصر)

حافظ ابن قیم نے کتاب الصلوٰۃ میں امام ابن منصدر کا یہ قول نقل کیا ہے۔ فلا ارخص لمن قدر علی صلاة الجماعة فی ترک اتیانها الا من عذر وان تخلف احدهما فصلی منفردا لم تکن علیه اعادتها صلی ها قبل الامام او بعده الا صاة الجمعة فان من صلی ها ظهر اقبل صلاة الامام کان علیه اعادتها لان اتیانها فرض (کتاب الصلوٰۃ ص ۵۷۱)

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری باب وجوب الجماعۃ کے ذیل میں اختلاف ائمہ ذکر کرتے ہوئے امام احمدؒ کا قول صرف وجوب کا ذکر کیا ہے نہ کہ شرطیہ کا۔

وبالغ داؤد ومن تبعه فجعلها شرطا فی صحة الصلاة ولما کان الوجوب قد ینفک عن الشرطیة قال احمد انها واجبة غیر شرط (جلد اول ص ۳۵۷)

خلاصہ

اس تمام تفصیل کا ماحصل یہ ہوا کہ سوال کا دار و مدار دو مسئلوں پر ہے۔ ایک تو یہ کہ نماز باجماعت ادا کرنی واجب ہے۔ یا صرف افضل اور موجب ثواب ہے۔ اور اگر واجب ہے تو کیا یہ صحتِ نماز کے لیے شرط ہے۔ یعنی جماعت کے بغیر نماز نہیں ہوتی یا شرط نہیں، یعنی نماز تو ہو جاتی ہے لیکن ترکِ جماعت کی وجہ سے معصیت اور گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

اول مسئلہ کے متعلق امام بخاریؒ، امام احمدؒ، امام شافعیؒ، ابن المنذرؒ، حسن بصریؒ، ابن خزیمہؒ، ابن حبان، ابو ثور، عطا بن ابی رباح اور اوزاعی کا فتویٰ یہ ہے کہ نماز باجماعت واجب ہے اور بغیر عذر شرعی کے جماعت کا چھوڑنا جائز نہیں۔ اور اگر کوئی چھوڑ دے تو نماز ادا تو ہو جائے گی، لیکن ترک جماعت کی وجہ سے مرتکب معصیت کا ہو گا۔ کیوں کہ ترکِ واجب معصیت ہے۔

وجوب جماعت کے جو لوگ قائل ہیں ان میں سے صرف داؤد ظاہری اور بعض حنابلہ کا یہ قول ہے کہ جماعت واجب اور صحت نماز کے لیے شرط ہے اگر جماعت فوت ہو جائے تو نماز کیلیے نہیں ہوگی۔ لیکنیہ قول مرجوع ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسی واسطے اس کا ذکر اس طریق پر کیا ہے۔ کہ بالغ داؤد ومن تبعہ فجعلھا شرطا فی صحۃ الصلوٰۃ۔ یعنی داؤد ظاہری نے وجوب جماعت میں مبالغہ کر دیا۔ اور اس کو صحتِ نماز کے لیے شرط قرار دیا۔ بعض حنابلہ بھی اس کے قائل ہیں لیکن امام احمد بن حنبل کا قول جیسا کہ امام ابنتیمیہ، حافظ ابن قیم اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے۔ یہی ہے کہ وہ وجوب جماعت کے قائل ہیں۔ لیکن جماعت کو صحت نماز کے لیے شرط نہیں مانتے، تو گویا بقول حافظ ابن حجرؒ جس طرح نماز جمعہ کی صحت کے لیے جماعت شرط ہے اس طرح پانچوں وقت کی نمازوں کی صحت کے لیے شرط نہیں البتہ ترک جماعت بہت بڑی معصیت اور گناہ ہے۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید اور تہدید فرمائی ہے۔

دوسرا گروہ علماء کا وہ ہے جو نہ وجوب جماعت کا قائل ہے نہ جماعت کو شرطِ صحت نماز قرار دیتا ہے۔ یہ گروہ حنفی اور مالکی علماء کا ہے۔ یہ جماعت کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے۔ اس لیے یہ اختلاف کوئی زیادہ اہم نہیں بلکہ جیسا کہ حافظ ابن قیم نے کہا ہے یہ لفظی اختلاف ہے۔

اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ سوائے ظاہر یہ اور بعض حنابلہ کے اکثر ائمہ دین علماء سلف اور صحابہ کرام کا فتویٰ اس بارہ میں یہی ہے کہ نماز باجماعت بغیر عذر شرعی کے چھوڑنے والا گناہ گار اور عاصی ہوگا۔ لیکن نماز اس کی منفرد ہو جاتی ہے۔ سوائے نماز جمعہ کے کہ وہ بلا جماعت ہوتی ہی نہیں۔

لیکن ترک جماعت کیسی معصیت ہے اور اس معصیت کا درجہ کس قدر ہے یہ معلوم کرنے کے لیے امام احمدؒ کی بعض تحریروں کی طرف توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ امام احمدؒ نے نماز کی طرف سے عام لوگوں کی بے توجہی اور غفلت کو دیکھتے ہوئے ایک رسالہ ''الرسالۃ السنیۃ'' کے نام سے لکھا ہے، اس میں لوگوں کی نماز کی طرف سے بے اعتنائی اور سستی اور اوقات نماز کی طرف سے غفلت اور ارکان نماز کی صحیح ادائیگی میں کوتاہی اور حضور جماعت سے تخلف پر بعض ایسی دردناک تحریریں کسپرد قلم کی ہیں کہ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام نے لوگوں کی بے دینی کو بڑے درد و کرب کے ساتھ دیکھا ہے اور اسی سے متاثر ہو کر یہ تحریریں قلم بند کی ہیں اس لیے ہر وہ شخص جس کے دل میں دین کی غربت اور اسلام کا ضعف کا درد ہے۔ وہ آنسو بہائے بغیر ان تحریروں کو نہیں پڑھ سکتا، خدا کرے کہ آپ کے سوالات کے جوابات اس میں موجود ہوں اور آپ بھی ان سے اسی طرح متاثر ہوں، جس طرح کہ اللہ کے بندے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

فأمروا رحمکم اللہ بالصلوٰۃ فی المساجد من تخلف عنھا واعاتبوھم اذا تخلفوا عنھا وانکروا علیھم بایدیکم فان لم تستطیعوا فبالسنتکم واعلموا انہ لایسعکم السکوت عنھم لان التخلف عن الصلاۃ عظیم المعصیۃ فقد جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال (لقد ھممت ان اٰمر بالصلاۃ فتقام ثم اخالف اٰلی قوم فی منازلھم لایشھدون الصلوٰۃ فی جماعۃ فاحرقہا علیھم) فھدوھم النبی صلی اللہ وسلم بحرق منازلھم فلولا ان تخلفھم عن الصلوٰۃ فی المسجد معصیۃ کبیرۃ عظمیۃ۔ لماھدھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحرق منازلھم وجاء الحدیث (لاصلوٰۃ لجار المجسد الافی المسجد) وجار المسجد الذی بینہ وبین الکسجد اربعون دارا۔ فالصلوٰۃ اول فریضۃ فرضت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی اخرما اوصیٰ بھا امتہ عند خروج من الدنیا وھی اخرما یذھب من الاسلام لیس بعد ذھا بھا اسلام ولا دین۔

شرعی عذر

باقی رہا یہ امر کہ تخلف عن الجماعت کے لیے کون کون سے عذر ہیں، جنہیں شریعت صحیح عذر قرار دیتی ہے اور ان عذروں کے ہوتے ہوئے تارکِ جماعت مرتکبِ معصیت نہیں ہوتا، سو اس کے متعلق عرض ہے کہ کتاب صحاح میں جو روایات اس بارہ میں موجود ہیں ان سب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) بیماری (۲) خوف (۳) بارش (۴) سردی (۵) بھوک (۶) پیشاب پاخانہ کی حاجت (۷) جسم کا موٹاپا جس سے نقل و حرکت مشکل ہو جائے (صحیح بخاری) (۸) امام اس قدر لمبی نماز پڑھائے کہ مقتدیوں کے لیے ضرر بن جائے۔ اس حالت میں تخلف عن الجماعت موجب معصیت نہیں ہے۔ (۹) دکاندار جس کے مال کی حفاظت کرنے والا ملازم نہ ہو، جیسا کہ امام ابنِ حزمؒ نے محلی میں حدیث نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اضاعۃ المال سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ خوف، اضاعت مال کے خیال سے اگر جماعت سے مختلف ہو جائے تو اس کو بھی معذور سمجھا جائے گا۔ باقی رہا یہ امر کہ وہ دکاندار جو اضاعتِ مال کے خیال سے اگر بلکہ صرف دکانداری کے لالچ میں بیٹھا رہے ان لوگوں کی فہرست میں داخل نہیں ہو سکتا جو شرعاً معذور سمجھے جاتے ہیں۔ البتہ ملازم معذور ہے۔ اور اس کا آقا اگر مسلمان ہے۔ اور پھر اس کو جماعت میں شامل نہیں ہونے دیتا تو اس کا بوجھ آقا کی گردن پر ہے۔ لیکن اگر ملازم دکان کی حفاظت کرتا ہے اور آقا جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم حضرت مولانا سید محمد داؤد الغزنوی رحمۃ اللہ علیہ الاعتصام گوجرانوالہ ج ۴، ش ۴۷

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد3ص28-33

محدث فتویٰ